ایک عہد آفریں شخصیت
مولانا سید جعفر علی بستوی

(از مولانا عتیق احمد بستوی صاحب استاذ مدرسہ امدادیہ مراد آباد)

(۴)

علمی تبرکات مولانا سید جعفر علیؒ صاحب تصانیف عالم تھے۔ فقہ، تفسیر حدیث وغیرہ میں ان کو پوری مہارت حاصل تھی۔ آپ کی اکثر تصانیف ضائع ہو گئیں۔ آپ کی زندگی کا اکثر و بیشتر حصہ اصلاحی تبلیغی سفروں میں گزرا اس لئے وہ ایسے شاگرد تیار نہ کر سکے جو ان کی صحیح علمی جانشینی کرتے اور مولانا کے نام اور کام کو زندہ رکھتے۔ آپ کی صرف دو کتابیں طبع ہو سکیں۔ معدودے چند مخطوطے ہیں جن کا سراغ لگ سکا ہے۔ آپ کے علمی تبرکات کا مختصر تعارف درج ذیل ہے۔

(۱) وصایا۔ مولانا نے انتقال سے چند روز پہلے اپنے ورثاء، خلفاء، متعلقین و مریدین کے لئے ایک طویل وصیت نامہ تیار کیا تھا۔ اس کو مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب نے مولانا ظہور الحسن صاحب مرحوم کے اہتمام میں کتب خانہ امداد الغرباء سہارنپور سے شائع کرایا۔ یہ کتاب بڑی سائز کے سولہ صفحات پر مشتمل ہے کتاب کے شروع میں مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب مدظلہ کے قلم سے مولانا سید جعفر علیؒ کا مختصر تعارف ہے۔ بعض مقامات پر جناب مفتی سعید احمد صاحب (مفتی مظاہر العلوم سہارنپور) کے قلم سے حواشی ہیں

وصایا اب کمیاب بلکہ نایاب ہے۔ ایک سو دس سال پہلے یہ وصیتیں لکھی گئی ہیں لیکن زبان بے انتہا سلیس اور عام فہم ہے۔ ادبی اعتبار سے بھی یہ وصایا غور طلب ہیں سو سال پہلے ایسی سلیس اور شستہ اردو کا رواج بہت کم تھا۔ کچھ مخصوص الفاظ جو اب متروک

ہو چکے ہیں اگر ان کو نکال دیا جائے تو محسوس ہوگا کہ یہ کتاب عصر حاضر کی تصنیف ہے۔

ان وصایا کا مطالعہ کرنے سے دو باتیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں (۱) سنت کی اتباع کا غیر معمولی جوش و جذبہ، رسوم و بدعات سے بے انتہا نفرت (۲) علوم اسلامیہ خصوصاً فقہ و حدیث میں پوری مہارت، وسعت مطالعہ اور نظر کی گہرائی

(۲) جواب السائلین۔ وصایا کی تمہید میں مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب لکھتے ہیں "اس کے علاوہ مولانا نے اور بھی چند کتب تصنیف فرمائیں، جن میں سے "جواب السائلین" طبع بھی ہو چکی ہے، بقیہ مسودہ کی حالت میں رہ گئیں"۔ ؎۱ مولانا سید مرتضیٰ صاحب نے یہ کتاب بہت پہلے مطبوعہ حالت میں دیکھی تھی لیکن اب ان کے پاس بھی یہ کتاب نہیں ہے۔ اس کتاب کی زیارت نہ ہو سکی۔ مولانا کے چند فتاویٰ کو مرتب کر کے کسی صاحب نے یہ کتاب شائع کی۔

(۳) منظورۃ السعداء فی احوال الغزاۃ والشہداء۔ یہ کتاب سید صاحب کے حالات اور ان کی تحریک کے بارے میں بہت مستند اور مبسوط ہے۔ فارسی میں ہے۔ سید صاحب پر کام کرنے والے حضرات مثلاً مولانا غلام رسول مہر مرحوم اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہ وغیرہ نے اس کتاب سے بہت استفادہ کیا ہے۔ لیکن اب تک یہ قیمتی کتاب زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکی اس کتاب کا تاریخی نام "تاریخ احمدیہ" ہے جس سے تاریخ تالیف ۱۲۷۳ھ نکلتی ہے۔

مولانا غلام رسول مہر رقمطراز ہیں "منظورۃ السعداء کی ترتیب کا حال خود سید جعفر علی نے یوں بیان کیا ہے کہ ایک دوست مولانا جمال الدین مدار المہام بھوپال کا ایک رسالہ میرے پاس لائے جو سید صاحب کے حالات میں تھا اور کہا کہ اس کی روایتیں دیکھ کر درست کر دیجئے۔ اسے دیکھا تو عبارت خوب تھی لیکن مطلب میں غلطیاں تھیں، اس لئے کہ حالات لوگوں سے سن کر لکھے تھے نواب وزیر الدولہ نے کئی قاصد میرے پاس بھیجے، حالانکہ میرا وطن ٹونک سے ایک مہینے کی مسافت پر تھا۔ آخر میں ٹونک گیا۔ وہاں اور لوگ بھی تھے، جنھوں نے سید صاحب کو دیکھا تھا۔ سید صاحب

؎۱ وصایا ص۳

کے خاص رفیقوں میں سے اکثر شربتِ شہادت پی چکے تھے۔ بعض کا پیمانۂ حیات طبعی طور پر پُر ہو چکا تھا۔ خطرہ تھا کہ ثقات کی وفات کے بعد حالات لکھنے والا کوئی نہ ہوگا۔ لہذا جلد سے جلد جو کچھ کسی کو یاد ہے قلمبند کر دینا چاہیئے۔ میں نے وہی حالات لکھے جو خود دیکھے یا سید صاحب کی زبان سے سُنے یا شاہ اسماعیل اور دوسرے معتمد علیہ بزرگوں نے حکایتہً میرے سامنے بیان کیے۔[1]

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالنے کے بعد لکھتے ہیں "اس کتاب کے متعدد نسخے مظفر جنگ صاحبزادہ عبدالرحیم خاں (خلف نواب محمد علی مرحوم) کے کتب خانے میں دیکھے، مگر سب صرف حصہ اول پر مشتمل تھے، مکمل نسخہ جو بالاکوٹ تک کے حالات پر مشتمل ہو نظر سے نہیں گذرا۔ ایک نسخہ جو حصہ ثانی پر بھی مشتمل ہے حافظ محمود خاں شیروانی ٹونکی مرحوم کے ذریعہ سے حاصل ہوا اور ان کے ذخیرۂ کتب میں پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں منتقل ہوگیا۔ یہ نسخہ بھی ناقص ہے۔ اس کے بعض اجزا غائب، بعض کرم خوردہ ہیں۔ ٹونک کے نسخے سے اس نسخے کی اور ٹونک کے نسخے کی اس نسخے سے تکمیل ہوتی ہے۔ مؤلف کتاب کو دونوں نسخوں سے استفادہ کرنے کا موقع ملا۔[2]

اس کتاب کا مکمل نسخہ وہی ہے جو آج کل پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری (پاکستان) میں ہے۔ مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں۔ "اس کے صفحات ۱۳۰۷ ہیں"[3]

اب تک کی تلاش و جستجو سے ہندوستان میں اس کا کوئی مکمل نسخہ نہ مل سکا۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کتب خانہ میں اس کتاب کا ابتدائی حصہ ہے اور کتاب کا وہ آخری حصہ جہاں سے مولانا سید جعفر علی جہاد میں شریک ہوئے اور انھوں نے اپنے چشم دید حالات لکھے ہیں۔ ندوۃ العلماء کے کتب خانے میں جتنا حصہ موجود ہے میں اس کا بھی بالاستیعاب مطالعہ نہ کر سکا۔ جستہ جستہ مختلف مقامات کے مطالعہ کا موقع ملا۔ مصنف نے کتاب کے شروع میں بہت تفصیل و وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ امام المسلمین، خلیفۃ المسلمین میں کیا اوصاف ہونے چاہئیں؟ پھر انھوں نے سید صاحب

---

[1] جماعت مجاہدین ص ۲۱۳ [2] سیرت سید احمد شہید ص ۱۵-۱۶/۱۷
[3] سید احمد شہید حصہ اول ص ۱۴

کی زندگی کے حالات اور واقعات پیش کرکے ثابت کیا ہے کہ سید صاحب میں امامت وخلافت کے تمام اوصاف بدرجۂ اتم موجود تھے۔ اس بحث میں انھوں نے شاہ اسماعیل شہید رح کی کتاب منصب امامت سے بہت مدد لی ہے۔

یہ کتاب اس قابل ہے کہ اس پر باقاعدہ ریسرچ اور تحقیق کی جائے اور اس کے مختلف نسخوں کو جمع کرکے اسے ایڈٹ کیا جائے۔ اس کتاب سے سید صاحب کی تحریک کے بعض نئے پہلوؤں پر روشنی پڑے گی۔

(۴) مولانا سید جعفر علی رح کے مکاتیب اور فتاویٰ کا ایک مجموعہ جناب مولانا سید محمد مرتضیٰ صاحب (ناظم کتب خانہ دارالعلوم ندوۃ العلماء) کے پاس محفوظ ہے۔ یہ مکاتیب اور فتاویٰ غیر مطبوعہ ہیں انشاء اللہ کسی قریبی فرصت میں انھیں مرتب کرکے قارئین کی خدمت میں پیش کریں گے۔

ایک اہم علمی مکتوب — نمونہ کے طور پر مولانا کا ایک مکتوب پیش کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے مولانا کے مرتبہ و مقام اور ان کی فقہی مہارت و بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :- از جعفر علی عفی عنہ بمطالعہ "برخوردار" اقبال نشان، جامع سعادت وہدایت میاں غلام حضرت صاحب حفظہ اللہ

بعد از سلام مسنون، ودعا واجابت مقرون کے واضح ہو کہ خط فرحت نمط تمہارا دو شنبہ کی شام کو موصول ہوا۔ حال مفصل معلوم ہوا۔ کانپارہ کی مسجد کا حال مجھے معلوم ہے بلکہ پیر بخش مسلمان ساکن دیوریا نے مجھ سے سوال پوچھا کہ اگر ہم اظہار مسجد کا اس زمین پر کرتے ہیں تو حاکم حکم مسجد بنانے کا دے گا اور نہیں تو نہیں۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ وہاں پر مسجد نہیں تھی۔ اس وقت میں نے ان کو ایک مسئلہ شرعی بتایا کہ تم لوگ کہو کہ وہ جگہ مسجد ہے اس واسطے کہ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے تمام روئے زمین کو واسطے خدا کے مسجد کہا ... مسجد ارشاد ہوا روئے زمین ... یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے معجزہ ومبرکہ بابین کو فرمایا ہے ...

لے مشکوٰۃ ... مسلم شریف ... مسلم شریف اوّل ... رشیدیہ

ہے جنت کا۔ اور فقہاء لکھتے ہیں کہ اگر کوئی اس مقام پر نماز پڑھے اور پھر قسم کھائے کہ ہم نے بہشت میں نماز پڑھی تو وہ شخص حانث نہیں ہوگا یعنی قسم میں کاذب و گنہگار نہ ہوگا۔ تو اس صورت میں تم خود دانا ہو، جو مناسب ہو اس پر عمل کرو۔

مجھ کو بہتر صلاح یہ معلوم ہوتی ہے کہ اگر وہ کالیستھو دوسرا مقام اچھا صحن والا گاؤں کی نکاس پر کہ جس مقام پر مسجد ہونے سے نماز جاری رہے دیوے تو کام سے کام ہے۔ کچھ ضرور نہیں، اس جگہ کو چھوڑ دیا جائے۔ اور اگر اس کا حیلہ بہانہ ہے تو مسجد کی تائید بہر صورت بہتر ہے۔ فقط۔

اور شیعہ مذہب والے کے جنازہ پر ہم کو نماز نہ پڑھنی چاہیئے۔ اس واسطے کہ بعضے شیعوں کے کفر صریح کے قائل ہیں، اور بعضے عالم کفر تاویلی کہتے ہیں، تو سنیوں کا نماز پڑھنا عبث ٹھہرے گا۔ گنہگار ہوں گے۔ تکبیرات جنازہ دعا ہے مسلمانوں کے حق میں تو انھیں کے حق میں قبول بھی ہوگی، اور دوسروں کے حق میں قبول نہ ہوگی یعنی کافروں کے حق میں۔ اور جنازہ اہل سنت وجماعت کا امام ابوحنیفہ کے نزدیک ایک ہی بار پڑھنا چاہیئے اور امام شافعی اور دوسرے مذاہب میں چاہے سو بار پڑھے تو جائز ہے اور ثواب۔ اور جب مکہ شریف میں غائب پر جنازہ پڑھا جاتا ہے تو حنفی لوگ بھی شامل ہوتے ہیں، اس واسطے اس عاجز کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور اگر کسی کا باپ شیعہ ہو اور بیٹا جانے کہ حضرت عائشہؓ اور شیخینؓ کا دشمن ہے تو بیٹے کو نہ چاہیئے کہ اس کا جنازہ پڑھے فقط۔ اور اگر کوئی شیعہ ایسا ہو کہ ازواج مطہرات کو اور صحابہ کبار کو برا نہ کہتا ہو تو فقط اس مذہب کے سبب سے فاسق ہوگا کافر نہ ہوگا۔ ایسے کا جنازہ پڑھ دینا مضائقہ نہیں۔

اور وہ جو قصہ لکھا، مرمت مسجد کی بیاس خاطر مان سنگھ ملعون کے مسدود ہوگئی تھی، اب جو مولوی افضل حسن نے جاری کرایا بڑا اچھا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے۔ اور شرائت کرنا مسلمانوں کا اس میں بہتر ہے۔ اور مجھ کو بالفعل ایک مدرسہ کی فکر ہے کہ جس کا ذکر تم سے آگیا تھا۔ اس کے بعد بھی اگر اس کا بھی تدبیر حتی المقدور کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اس مدرسہ کا بندوبست فقط موقوف نہیں کرتا ہے۔ سکھ اور ہانسی کے لوگ کریں گے۔ مدرسہ کے خدمت گذار ہیں، ان پر بھروسہ

بوجھ نہیں رکھ سکتا۔ اور برخوردار میرے تم بکرو تر کے لئے ہمارے مکان پر ضرور جاؤ۔ وہاں کھیت کی پیمائش کر کے جو کچھ حاجی میاں کا حق نکلے سو شریف حسن سے دلوا دو۔ ہم کو کسی کا حق اپنے ذمہ رکھنا ضروری نہیں۔ ذکریا چاہے لیویں چاہے نہ لیویں۔ اور تم پر میرا اعتماد بڑا ہے جیسا کہ خود سمجھتے ہو گے اسی واسطے پیر محمد کو اسی راہ سے روانہ کیا۔ اور برخوردار شریف حسن جو میرے پاس آنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو گھوڑے پر سوار ہو کر چلے آئیں تو بہت بہتر ہے۔ یابو کو لے جانا مع اسباب پیر محمد پر بہت مشکل ہوتا ہے۔ اگر بانسی تک جائیں گے تو ہم یابو کو بانسی تک پہنچا سکتے ہیں۔ اور گھوڑی مع بچہ اگر ان کی سواری میں یہاں تک آجائے گی تو اس زمین میں گھاس بہت ہے۔ مولوی حفیظ اللہ کے مدرسہ پر ہم اس کو چھوڑ دیں گے اور ہمارے ملک میں جانوروں کے چور بہت ہیں۔ تین جانور ہمارے عمدہ عمدہ چوری ہو گئے اور ایک گھوڑے کو ایک شخص نے مار ڈالا۔ اور زمین کی آبادی سے حیرانی کی تکلیف پڑی۔ سو برخوردار شریف حسن کو سمجھا دینا۔ اور اب خدا نے ایک ٹٹو اور بھیجا ہے، اگرچہ چھوٹا اور خورد سال ہے، مگر دونوں آدمی دیکھ کر خوش ہو گئے۔ ابھی قابل پرورش ہے نہ قابل سواری نہ باربرداری، زیادہ بجز سلام و دعا کیا لکھوں۔ دونوں نور چشم اور گھر میں سب عزیزوں کو سلام دعا کہہ دینا۔ بانہوں میں درد شدت کے ہو گئے تھے، مگر اب خدا کے فضل سے درد کم ہے۔ برخوردار محمد حیدر کے واسطے جب تک کوئی استاذ نہ ملے تب تک حکایت بوستاں کی سن لینا اپنے ذمہ لازم سمجھو اور کوئی نثر کی کتاب جیسے طوطی نامہ نقشبندی یا کوئی اور کتاب سنایا کریں تو بہتر ہے کتاب بینی سے علم خوب تازہ ہوتا ہے۔ معطل چھوڑنا اچھا نہیں۔ خود ہی تم مجھ سے زیادہ دانا ہو۔ فقط

از طرف خاکسار حفیظ اللہ بخدمت فیضدرجت غلام حضرت صاحب سلام باکرام قبول ہو ۔

اخلاص و سادگی مولانا کی زندگی سادگی و اخلاص سے معمور تھی، ہر وقت اور ہر کام کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی منظور ہوتی بہت سادگی سے زندگی گزارتے، ریا و نمود، تکلف و تصنع چھو کر نہیں گزرا تھا۔ ایک واقعہ سے اس کا اندازہ لگائیے۔ سردار پائندہ خاں کا منشی، محمد غوث سردار کو چھوڑ کر سید صاحب کے پاس آگیا۔ وہ منشی خانہ کے سامان کی سادگی دیکھ کر حیران رہ گیا۔ مولانا سید جعفر علی

نقوی کے پاس پرانا قلمدان اور ایک پرانی قینچی تھی۔ منشی محمد غوث نے کہا کہ میں آپ کو نیا چاقو اور نیا قلمدان لا دوں گا۔ اس پر مولانا سید جعفر علی کا جواب غور سے پڑھیے۔

مرا حاجت بہ قلم تراشِ شما نیست۔ خدمت دین نمایند۔ بہ ہمی امر از شما راضی خواہم شد۔ مرا مثل عمدہ ہائے سرکار ہائے دنیا نہ باید شناخت۔ ایں جا جاروب کش و منشی یکسان است۔ اخلاص کامل می باید۔ چوں کار بدیں قلمدان و مقراضِ کہنہ ہم ممکن است و بہ شراکت از قلم تراش دیگراں درستیِ قلم ہم می شود۔ حاجتِ ہیچ چیزے نمی افتد۔ ؎۱

مجھے آپ کے چاقو کی ضرورت نہیں۔ دین کی خدمت کیجئے یہی کام میرے لئے خوشنودی کا باعث ہوگا۔ مجھے دنیاوار حکومتوں کے کارندوں کی طرح نہ سمجھئے۔ ہمارے یہاں جھاڑو دینے والا شخص اور منشی کی شخصیت یکساں ہے۔ یہاں اخلاص کامل درکار ہے۔ جب اس پرانے قلمدان اور پرانی قینچی سے کام چل سکتا ہے اور دوسروں کا چاقو لیکر قلم بھی بنایا جا سکتا ہے تو مجھے کسی چیز کی کیا ضرورت؟

مہر مرحوم اس واقعہ کو لکھنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں "سید جعفر علی نقوی کا جواب ایک تاریخی واقعہ کے طور پر نہ پڑھیے۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سید صاحب نے اپنے مخلصین میں کس قسم کی روحِ فکر و عمل پیدا کر دی تھی۔ وہ لوگ اپنی زندگیاں راہِ خدا میں وقف کر چکے تھے۔ اگر نئے قلمدانوں یا نئی قینچیوں اور چاقوؤں کی خواہش کرتے تو یہ ایسی خواہش نہیں تھی کہ سید صاحب کیلئے محدود وسائل کے باوجود اس کا پورا کر دینا غیر ممکن ہوتا۔ لیکن وہ لوگ صرف ایک غرض لے کے آئے تھے کہ جس طور پر بھی ممکن ہو مقاصدِ دین پورے کریں۔ سید صاحب کی تربیت اور مردم گری کا کمال یہ ہے کہ مجاہدین نے بے سادگی یا سامان کی فرومایگی مجبوری کی حالت میں قبول نہ کی تھی۔ بلکہ وہ اس پر ہر لحاظ سے قانع اور خوش تھے اور اسے عنداللہ ثواب میں زیادتی کا باعث سمجھتے تھے۔" ؎۲

زندگی کے آخری ایام | مولانا سید جعفر علی مرحوم نے اپنی وفات سے چند روز پہلے اپنے ورثاء، خلفاء و مریدین کے لئے کچھ نصیحتیں تحریر کیں جس میں انسان کی فانی زندگی کی بے ثباتی اور موت کا عبرت آموز منظر پیش کر کے موت سے پہلے تلقین کے آداب اور موت کے بعد تکفین و تدفین کا مسنون طریقہ

؎۱ منظورۃ السعداء صفحہ ۱۷۰ ؎۲ جماعت مجاہدین صفحہ ۵۰-۵۱

اعزاء اور پسماندگان کو صبر و رضا کی تعلیم اور جزع فزع، نوحہ سے احتراز کی تاکید فرماتے ہوئے مردہ کے پسماندگان کے سلوک کا مسنون طریقہ بتایا گیا ہے۔ اور نہایت متانت سے ان خود ساختہ بدعات کا بطلان دلائل کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے، جو جہالت یا ہنود کے اثر سے مسلمانوں میں رائج ہو گئی ہیں۔

چند روز بیمار رہ کر ۲۰ رمضان المبارک ۱۲۸۹ھ (نومبر ۱۸۷۱ء) میں علم و عمل کا یہ درخشاں آفتاب اپنے آبائی وطن مجھوا میر میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔ وفات کے وقت آپ کی عمر ستر سال تھی۔[۱] مندرجہ ذیل رباعی سے ان کی تاریخ وفات نکلتی ہے ؎

حاجی حرمین بود سید عالی مکاں رہنمائے سالکاں و پیشوائے عارفاں

سالِ تاریخ وفاتش از سروش آمد بگوش عاجزا گو غازی و ہادی و علامہ زماں[۱]

۱۲۸۹ھ

وفات سے قبل آپ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک آراستہ مقام ہے۔ وہاں شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، مولانا سید احمد شہید، شاہ اسمٰعیل شہید رحمہم اللہ تعالیٰ کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ کچھ دوسرے اصحاب بھی کرسیوں پر بیٹھے ہیں۔ ایک کرسی خالی ہے۔ اس محفل میں ایک صاحب نے سوال کیا یہ خالی کرسی کس کے لئے ہے؟ جواب ملا مولوی جعفر علی کے لئے۔ یہ خواب دیکھتے ہی آپ کی آنکھیں کھل گئیں اور آپ نے سجدۂ شکر کیا۔[۲]

پسماندگان اور خلف | مولانا سید جعفر علی کی دو شادیاں ہوئیں۔ پہلی خانہ آبادی کی تھی یہ ابتدائی عمر میں سید جعفر علی سے بڑی تھیں۔ دوسری شادی سید احمد علی رام پوری کی صاحبزادی سے کی جن کا نام فاطمہ بی بی تھا۔ مولانا مرحوم کی یہ دونوں بیویاں ان کی وفات کے بعد بھی کافی عرصہ با حیات رہیں۔ اولاد میں صرف ایک لڑکی تھی جس کا نام سیدہ زینت تھا۔ ان کی شادی محلہ قافلہ ٹونک کے سید شریف حسن بن سید مہدی حسن سے ہوئی تھی۔ لیکن اس لڑکی سے بھی مولانا کی نسل نہیں چلی۔[۳] ان کے چھوٹے بھائی سید حسین علی کے لڑکے سید محمد زکریا سے نسل چلی۔

---

[۱] وصایا ص ۱۵ [۲] وصایا ص ۱۵، جماعت مجاہدین ص ۲۱۳ [۳] جماعت مجاہدین ص ۲۱۳ [۳]

مولانا کے خلفاء کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ چند لوگوں کے نام آتے ہیں۔ مولانا کے داماد سید شریف حسن، میاں غلام حضرت، مولانا باقر علی۔ لیکن سید جعفر علی رحمتہ اللہ علیہ نے مولانا سید باقر علی صاحب کو اپنا جانشین منتخب کیا۔ چنانچہ وصایا میں لکھتے ہیں:" امابعد خاکسار جعفر علی معاف کرے اللہ تعالیٰ اس کے بھول چوک کو اور حشر کرا دے اس کا اپنے مقبولین کے ساتھ۔ سب دوستوں کو عموماً اور قصبہ یالنسی اور اس کے نواح اور اپنے اقرباء کو خصوصاً بتاکید وصیت کرتا ہے کہ جن صاحبوں نے اس عاجز کے ہاتھ پر بیعت کی ہے اور محبت کرتے ہیں، ان کو بہت ضروری ہے کہ شریعت کی عظمت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری دل میں خوب جما کے جتنے احکام الٰہی ہیں اس پر دل و جان سے مستعدی کر کے ادا کیا کریں اور اس عمر چند روزہ کو اپنے مالک کی رضامندی میں صرف کریں۔ موت کسی کو اطلاع کر کے نہیں آتی۔ یکایک آ کر پڑتی ہے۔ اور جتنے منہیات شرعیہ ہیں اُن سے دور بھاگیں ..... مصدر حسنات منبع برکات سید السادات مولانا سید قربان علی صاحب کو اس خاکسار نے خلیفہ کیا کہ مسلمانوں سے بیعت لیویں اور امور مذکورہ بالا میں نے ان کو سمجھا دیا ہے۔ یہ خوب سمجھ گئے ہیں، چاہیئے کہ اس پر خوب مستعدی سے عمل کریں، اور دوسروں کو بھی یہی راہ بتائیں۔ اور میرے دوستوں و مریدوں کو لازم ہے کہ ان کی تابعداری امور شرعیہ میں کریں اور سب کام دینی و دنیوی ان سے پوچھ کر موافق ان کے فتویٰ کے کریں۔ کہ یہ تابعداری عین میری تابعداری بلکہ خدا و رسول کی تابعداری ہے۔ عمر فقیر اب قریب ستر کے پہنچی، موت یقینی چیز ہے۔ اسی کا انتظار ہے، جو دن پاتا ہوں غنیمت ہے "

آخری گذارش: تدریسی مصروفیات اور کتابیں میسر نہ آنے کے بعد باوجود مجھے مولانا سید جعفر علی رحمتہ اللہ علیہ سے متعلق جو معلومات دستیاب ہوئیں، ان کو مرتب کر کے میں نے قارئین کی خدمت میں پیش کر دیا ہے۔ میرا یہ مقالہ اس کام کی ایک تحریک ہے، خدا کرے کوئی مورخ مولانا کی ذات و خدمات کو موضوع بنا کر تحقیق و ریسرچ کرے، اور ان کی حیات کے بہت سے مخفی گوشے ہمارے سامنے آئیں۔ تاریخ و سوانح کا ذوق رکھنے والے قارئین سے گذارش ہے کہ اس مقالہ کا غور سے مطالعہ کریں اور خامیوں سے ہمیں مطلع کریں۔ اور جن حضرات کے پاس اس سلسلے میں مزید معلومات اور مواد ہو وہ ہمارا تعاون کریں۔